OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.hu.edu.pk

Hazara Islamicus, Vol.:8, Issue: 2, July-Dec 2019
PP: 107-128

Scan for Online Version

عصر حاضر پر مجددی فکر کے اثرات ایک تحقیقی مطالعہ

Impacts of Mujaddid's thoughts in current era

Riffat Awais
Ph.D. Scholar, Islamic Studies, GCU, Faisalabad

Dr. Humayun Abbas
Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, GCU Faisalabad

Abstract

Mujaddidī Sufī Doctrine always played a vital role in revivalism of true spiritualism. Its founder was Shykh Ahmad Sirhindī. In his era the finding of true spiritualism was as rare as the philosopher's stone. His contemporaries defined Sufism and its basic terms in mischievous way and defined Sufism as associated with abstinence from worldly affairs. Shykh Sirhindī laid down the basic principles of his Sufi doctrine in the light of Islamic legislation. He pointed out the misleading innovations in Akbarī Islam and reshaped the legislation in accordance with true philosophy of Islamic legislation.

In current era, we are facing the likewise problems in defining Islamic legislation and Sufism as well. A discussion has been made in this regard, how we can edify the true spiritualism in the light of the principles of Mujaddidī Sufī Order.

Keywords: *Revivalism, Mujaddidi Sofi order, Islamic Legislation*

مجددی صوفیہ کی داستانِ عزم و ہمت تاریخ میں ایک ایسا سنہری باب ہے جس پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے۔
مجددی صوفیہ نے جن حالات میں خدمت دین کا حق ادا کیا ہے وہ عموماً بڑے ناگفتہ بہ حالات تھے۔ دنیا میں کسی مجدد کے ظہور کا مقصد گذرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ دین میں پیدا ہونے والی خرافات، بدعات اور غلط نظریات کا رفع کرنا ہے۔ عہدِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں شریعتِ محمدی ﷺ پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ کہیں علماء سُوء اپنی دکانداریاں چمکا رہے تھے اور کہیں نام نہاد صوفیہ نے تصوف کے نام پر شرک و بدعات کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں مجددی صوفیہ نے نہ صرف بادشاہِ وقت بلکہ علماء سُوء اور نام نہاد صوفیہ کے خلاف بھی علم بغاوت بلند کیا۔ مجددی صوفیہ نے اپنے دور میں اشاعت دین اور

CC BY

احیاء اسلام کے لیے جو سب سے بڑا ذریعہ اپنایا وہ خط وکتابت ہے جس کے ذریعے سے انہوں نے لوگوں کی تربیت کی اور پیغام حق کو لوگوں تک پھیلایا۔ مجددی صوفیہ نے تصوف کو لادینیت اور فلسفیانہ رنگ سے آزاد کرکے اس کو کفر الحاد کی آلائشوں سے محفوظ کیا اور نو پیدا فرقوں اور انحرافی رویوں پر کڑی تنقید کی اور ان کے ردّ کے لیے کوششیں کیں۔ مکاشفات و مشاہدات کو علمی ڈھنگ میں بیان کرکے منازلِ سلوک اور لطائف کی نشاندہی کی اور درجات کی وضاحت کرکے اس کو ایک باقاعدہ قابل عمل سلیبس کی شکل دی۔

عبادت خانہ کی تلخ اور ناعاقبت اندیشانہ بحثوں نے جو ناگوار صورت اختیار کرلی اور درباری خاشامدیوں اور علماء سُوء کی جدت طرازیوں نے جو انتشار پیدا کردیا، اسے روکنے کے لیے متعدد علماء نے کوششیں کیں اور بعضوں نے بڑی قربانیاں دیں اس کے کامیاب سدّباب میں جن محبوبان اسلام نے اواخر عہد اکبری میں حصہ لیا ان میں مرکزی حیثیت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ ان کی اس سعی کو ان کے سلسلہ کے صوفیہ نے مزید آگے بڑھایا اور اس مجددی فکر کے مذہبی اثرات درج ذیل ہیں:

ہندوستان میں شروع ہی سے اسلام پر تصوف کا رنگ اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ بیسویں صدی کے شروع تک کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ کسی صوفیانہ سلسلے میں داخل ہوئے بغیر انسان اسلام کی برکات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسے صوفیانہ سلسلہ کو ترویج دی جائے جو بعض دوسرے سلسلوں کی طرح آزاد نہ ہو۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے ہی سلسلے کی اشاعت کی جس میں شرع اسلام کی پیروی پر بڑا زور ہے۔ اور آپ کے اس سلسلہ کو آپ کے بعد آنے والے صوفیہ نے بہت زیادہ مشہور اور معروف کیا۔ اس کے متعلق جواہر مجددیہ کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''اس طریقے کے تمام اصول اور فروع میں اتباع سنت اور اجتناب بدعت نامرضیہ بدرجہ کمال ہے یعنی اصحاب کبار سا لباس مشروط ہے۔ انہی کی سی معاشرت، ویسے ہی کم ریاضتیں، فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم ہے۔ نہ اس میں چلہ کشی کی ضرورت ہے، نہ ذکر بالجہر کی اجازت ہے، نہ سماع بالمزامیر ہے، نہ قبور پر روشنی، نہ غلاف و چادر اندازی، نہ ہجوم عورات، نہ سجدہ تعظیمی، نہ سر کا جھکانا، نہ بوسہ دینا، نہ توحید وجودی، نہ مرید عورتوں کی ان کے پیروں سے بے پردگی۔''[1]

مجددی فکر کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیم دینی کو تعلیم سلوک پر مقدم رکھتے ہیں۔[2] اور صحابہ کرام کو تمام اولیاء سے برتر مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حال تابع شریعت ہے نہ شریعت تابع احوال۔ حقیقت یہ ہے کہ مجددی صوفیہ تاویل و تشریح سے اور مخالف شرع اقوال واحوال سے علیحدگی اختیار کرکے تصوف کو احکام شریعت کی حدود میں لائے اس سے تصوف کی بنیادیں زیادہ مستحکم ہوئیں اور طریقت و شریعت کے اختلافات بھی کم ہوئے۔ شاہ معین الدین ''مقالات سلیمانی'' میں اس نکتے کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''شریعت و طریقت کی قلمی ولسانی جنگ جو پانچویں صدی کے شروع سے عہد مجدد تک جاری تھی۔ آپ نے اسے مصالحت میں بدل دیا اور صوفیہ اور فقہاء کی چھ سو برس کی باہمی دست و گریبانی کا خاتمہ کیا اور مدرسہ و خانقاہ کی باہمی آویزش انجام کو پہنچی۔''[3]

مجددی فکر نے عقیدہ وحدت الوجود کی نئی توجیہہ کی اور وحدت الشہود کا نظریہ قائم کرکے مسلمان صوفیہ اور علماء کے اختلافات رفع کر دیے۔[4] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے منطق اور الٰہیات دلائل کی بجائے اپنے روحانی تجربات کی بناء پر نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جس نے جنوبی ایشیاء میں راسخ الاعتقاد مسلم فکر کو نظریاتی اساس فراہم کی اور تصوف کو مذہب کے تابع کر دیا۔ چنانچہ اسی مذہبی اثر کا نتیجہ علامہ محمد اقبال کے تصوّر خودی کی بنیاد بنا۔[5]

مجددی صوفیہ نے سخت جانکاہی سے مسلسل جدوجہد کرکے حالات کا رخ پھیر دیا اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے مریدین کی ایک بڑی تعداد کو اس کے لیے تیار کیا اور ہر طرف انہیں بھیجا کہ اسلام کی تبلیغ کریں یہ کام نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ہند کے ممالک میں بھی مؤثر طور پر کیا گیا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

"سلسلہ ان کا ہند سے ماوراء النہر، روم اور شام و عرب تک پہنچا۔"

حجاز اور خلافت عثمانیہ میں اس سلسلے کی اشاعت کو حضرت مجدد رحمۃ الہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سفر حج سے تقویت حاصل ہوئی۔ لیکن خلافت عثمانیہ میں فکر مجدد کے واضح اثرات انیسویں صدی میں دیکھنے کو ملے۔ جب خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ[6] نے عراق، شام، اناطولیہ میں اس کی بڑے زور اور کامیابی سے اشاعت کی اور اس طرح مجددی سلسلہ کو سلطنت کا سب سے بااثر سلسلہ بنا دیا۔

نئے فرقوں اور نئے طریقوں سے نہ صرف دین میں رخنے پیدا ہوتے ہیں بلکہ مملکت کے اجتماعی نظام میں بھی انتشار پیدا ہوتا ہے۔ مجددی صوفیہ نے جن نئے فرقوں سے قومی نظام میں خلل کا اندیشہ تھا، ان کی ہر طرح مخالفت کی۔ چونکہ ہندوستان کے ایران سے عہد مغلیہ میں گہرے روابط قائم ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں بھی شیعہ اثرات بڑھنے لگے کیونکہ ایران میں شیعیت عروج پر تھی۔ مجددی فکر کے مذہبی اثرات میں شیعیت کا خاتمہ ایک اہم ترین کارنامہ ہے۔ جسے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ردّ روافض کی شرح میں اجاگر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"آپ امراء کو عقائد باطلہ سے منع کرتے تھے اور ان کو لکھا کرتے تھے کہ اپنی مجالس میں کسی رافضی یا ذمی کو نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ان امراء و احکام کو نفع پہنچایا اور ان احکام کے ذریعے لوگوں کی اصلاح ہو گئی۔ جب روافض کی بدعت ظاہر ہوئی تو آپ نے ان سے مناظرے شروع کر دیے اور ہمیشہ ان کو ساکت و صامت کر دیتے تھے، یہاں تک کہ ان کا فساد مٹ گیا۔"[7]

اگر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء یہ تجدیدی کارنامے انجام نہ دیتے تو مساجد میں اذانیں نہ ہوتیں اور نہ ہی مدارس دینیہ میں قرآن، حدیث، فقہ اور باقی علوم دینیہ کا درس ہوتا۔

مجددی فکر کا سب سے اہم کام نبوت محمدی ﷺ پر ایمان و اعتماد کی تجدید ہے۔ اکبری عہد میں جتنی بھی خرابیاں پیدا ہوئیں اور جو نظریات قائم ہوئے تھے۔ ان میں سب سے خطرناک نظریہ یا خیال آپ ﷺ کی نبوت پر ایک ہزار سال گذرنے اور اس کے بعد نئی شریعت کے ظہور کا تھا۔ اور اس دور میں مختلف فرقوں (مہدوی، روشنائی اور ذکری فرقہ) کے عقائد کی وجہ سے نبوت محمدی ﷺ پر ایمان و یقین متزلزل ہونے کے خدشات پیدا ہو چکے تھے۔ اس حوالے سے سیّد ابوالحسن لکھتے ہیں:

"شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کارنامہ جن کے اندر ان کے سارے کارنامے چلتے پھرتے نظر

آتے ہیں۔ وہ نبوت محمدی ﷺ اور اس کی ابدیت و ضرورت پر امت میں اعتقاد و اعتماد بحال اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی کارنامہ ہے۔ جو ان سے پہلے اس وضاحت و قوت کے ساتھ کسی مجدد نے انجام نہ دیا شاید اس لیے بھی کہ اس سے پہلے اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"[8]

مجددی صوفیہ کی کوششوں سے ان تمام فتنوں کا سدّ باب ہوا جو اس وقت عالم اسلام میں منہ پھیلائے اسلام کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے درپے اور اس کے پورے اعتقادی، فکری اور روحانی نظام کو نگل لینے کے لیے تیار تھے۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے خلاف بغاوت اس لیے کی کہ آپ اکبر کو علمائے سُوء اور اغرض پرست افراد میں گھرا ہوا سمجھتے تھے اور اکبر سے پہلے ان علمائے سُوء اور اراکین حکومت کی اصلاح کو مقدم اور اور موقف الیہ تصور کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے جو شخص اپنے لیے حکومت کا خواہاں نہ ہو بلکہ حکومت کی اصلاح اس کا نصب العین ہو وہ خون ریزی کو صرف اس وقت ضروری سمجھے گا جب اس کے بغیر کوئی اور چارہ نہ ہو۔ مقربین اور وزراء کی جماعت میں جو رسوخ پیدا کیا جا چکا تھا اس سے حالات کی بہتری کی کافی امید تھی اور ضرورت صرف اس امر کی تھی کہ ان کے جذبات اصلاح کو مزید تقویت پہنچائے اور سیاسی بہتری کے اپنے نصب العین کو اس قدر نمایاں کر دیا جائے کہ اس کے ماسوا کا ان کو شبہ بھی باقی نہ رہے۔[9]

آپ کے خلفاء اور جانشین مغل بادشاہوں سے رابطے میں رہے ہیں لیکن ان کا مقصد بھی ترویج شریعت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ این میری شمل رقم طراز ہے:

"شیخ احمد کے خلفاء ۱۷۴۰ء تک سیاسی امور میں حصہ لیتے رہے۔"[10]

داراشکوہ بھی اکبر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آزاد مشرب ہو گیا تھا۔[11] اس لیے اس خطہ زمین میں دین اسلام کی بقاء کو ایک مرتبہ پھر وہی خطرات لاحق تھے جو اکبر کے دور میں دین الٰہی کی صورت میں سامنے آئے تھے۔ جن کی وجہ سے مجددی صوفیہ نے اسلام کی بقاء کے لیے ارباب اقتدار کی اصلاح کی خاطر جدوجہد کی۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی طرح حکمرانوں کی اصلاح اور ترویج شریعت کی خاطر ارباب اقتدار سے تعلق رکھنے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے مجددی صوفیہ نے اورنگ زیب کی حمایت کی پالیسی صرف اس لیے اختیار کی کیونکہ اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان تخت نشینی کی جنگ حق اور کفر کا معرکہ تھا۔

اکبر اور جہانگیر کے دور میں شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات سے اسلام کی زبوں حالی اور حفاظت دین کے لیے جس قرب اور بے چینی کی کیفیت پائی جاتی ہے اسی طرح خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ بھی داراشکوہ کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے برسر اقتدار آنے کے بعد سرکاری حکمت عملی کی اساس ان اصولوں پر رکھی جنہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے وضع کیا تھا یہ اصول وحدت الشہود سے اخذ کیے گئے تھے۔[12] اورنگ زیب عالمگیر کے لیے محی السنۃ، دین پرور جواہر لال نہرو سیاست پر مجددی فکر کے اثرات کی ترجمانی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"اورنگ زیب عالمگیر نے ہندوستان میں بادشاہ ہونے سے زیادہ خود کو مسلمان سمجھا تو مغلیہ سلطنت کو زوال آنے لگا۔ اکبر اور کسی حد تک اس کے جانشینوں کی کوششوں کو برباد کر دیا گیا۔"[13]

گویا عالمگیر نے اکبری الحاد کو روکا اور ایک مستحکم اسلامی حکومت قائم کی۔ عصر حاضر کے مؤرخین نے بھی اورنگ زیب

کے مذہبی رجحانات میں مجددی صوفیہ کے کردار کو تسلیم کیا ہے۔ڈاکٹر محمد یٰسین بھی لکھتے ہیں:

"Khwaja Masoom was fully conscious about his responsibilities in bringing Orangzaib in complete accord with the shariyat and a complete transformation of his heart in favour of orthodox Islam."[14]

ڈاکٹر یٰسین مظہر مزید لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں اورنگ زیب کی ساری سٹیٹ پالیسی میں درحقیقت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کا عمل دخل تھا۔''[15]

خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے اورنگ زیب عالمگیر خواجہ محمد معصوم کا ارادت مند تھا اور خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح پر عمل بھی کرتا تھا۔ جو اس کی اپنی خواہش پر اس کے پاس مقیم تھے۔[16]

ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں:

''سیاست و حکومت میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کارنامہ انجام دیا وہ اکبر کے ایک قومی نظریے کے خلاف دو قومی نظریے کا اعلان تھا۔''[17]

آپ اور آپ کے اسلاف کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ ہندوستان میں حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔[18] اور یہ سوچ تقریباً دو صدیوں بعد دو قومی نظریے کی بنیاد بنی۔ اس نظریے کو ڈاکٹر یٰسین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجددی صوفیہ ہندوستان میں مذہبی اور اصلاحی تحریکات کے بانی ہیں اور مسلم معاشرے میں تبدیلی پیدا کرنے کے حوالے سے ان کے کردار کو سراہا جانا چاہیے۔ ان کی کوششوں سے شیعہ و سنی، ہندو اور مسلمان کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔''[19]

مجددی تحریک کے سیاسی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر حفیظ ملک اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت مجدد نے آنے والی نسل کو بے حد متاثر کیا اور دین مصطفیٰ کی طرف دعوت دی۔ مذہبی و سیاسی حیثیت سے ان کی یہ دعوت دور رس نتائج کی حامل تھی۔ آپ کی تعلیمات نے معاصر مسلم فکر کو بنیادی طور پر متاثر کیا اور برصغیر میں مسلم حکومت کو لادینی بنانے کی مخالفت کی۔''[20]

ڈاکٹر اسرار احمد سیاسی اثرات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ سیاسی اعتبار سے بھی حالات کو صحیح رخ پر موڑنے کی کوشش کی وہ جاگیر داری کا دور تھا کوئی پنج ہزاری منصب تھا ے تو کوئی دس ہزاری اور کوئی بیس ہزاری۔ آپ نے ان سے رابطے کیے وہ دور عوامی جدوجہد کا دور تو تھا نہیں کہ احتجاجی جلسے منعقد کیے جاتے ہو تو دور ملوکیت تھا۔ آپ نے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور حسن تدبیر سے تخت اقتدار کے پایوں تک رسائی حاصل کی اور دین الٰہی ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ دین اکبری جسے پوری شہنشاہی قوت اور بڑے بڑے درباری علماء کے ذریعے رائج کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دین اکبری کا جنازہ اس طرح نکالا کہ آج اس کا کوئی نام لیوا موجود نہیں آپ نے مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص قائم کیا اور توحید باری تعالیٰ کے ساتھ رسالت پر ایمان لانے اور اسوۂ رسول کو نشان منزل بنا کر جدوجہد کرنے کی اہمیت کو مسلمانوں کے اندر بحال کیا۔[21]

اورنگ زیب کے بعد جب علمائے ہند نے فارسی کی بجائے اُردو کو دینی علوم کی درس وتدریس اور نشر و اشاعت کا ذریعہ

بنانے کی کوشش کی تو مجددی صوفیہ نے اُردو شاعری کو ہندی اثرات سے پاک کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔اس دور کے صوفیہ میں مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ، شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ، شاہ عبد الغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ مجددی سلسلے کے اہم نام ہیں۔ [22]

جب مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے میدان شاعری میں قدم رکھا تو اُردو شاعری میں ایہام جیسی مہلک بیماری پھیلی ہوئی تھی اور اس بیماری سے اُردو شاعری الفاظ کی سحر کاری سے مسحور ہو کر رہ گئی تھی۔ آپ نے اپنی فیاض طبیعت اور دوررس نگاہوں سے جائزہ لیا کہ اس بیماری کو بروقت دور کیا جائے۔ ورنہ اُردو کا عروج رک جائے گا۔ آپ نے خلاف فطرت تصنّع اور بناوٹ کو دور کرنے کے لیے آواز بلند کی اور حقیقت بیانی و سادہ گوئی پر اُردو شاعری کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی لیے آپ نقاش اوّل ریختہ کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ [23] آپ نے اُردو شاعری میں حسب ذیل امور کی اصلاح کی:

- ایہام کی صنعت کا استعمال ترک کر کے سادگی الفاظ کے ساتھ رنگ تغزل پیدا کیا۔
- برج بھاشا اور دکنی زبان کے الفاظ جو اب تک چلے آرہے تھے متروک کر دیے گئے ان کی جگہ اُردو اور فارسی الفاظ سے پُر کی گئی۔
- زبان میں صفائی اور شائستگی پیدا کر دی گئی۔
- فارسی اور ہندی میں وہ الفاظ استعمال کیے گئے جو عام طور پر استعمال ہوتے تھے۔ ہندی کے الفاظ کی بھرمار کم کر دی گئی۔ مثلاً سجن، موہن، نین، برھا وغیرہ متروک کر دیے گئے۔
- عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جو اُردو میں صوتی لحاظ سے لکھے جاتے تھے۔ اب اپنی اصل شکل پر لکھے جانے لگے۔ جیسے تسبی، تصبیح، صحی، صحیح، یگانہ، بیگانہ وغیرہ۔
- ثقیل اور بوجھل الفاظ سے زبان کو پاک و صاف کر دیا گیا جیسے کیتا، آئیاں، جائیاں وغیرہ۔ 24
- نئی نئی تشبیہات اور اشاروں اور صفات کا استعمال کیا گیا کہ جس سے زبان کی خوبی کو چار چاند لگ گئے۔
- حسن و عشق کے معاملات نہایت خوبصورتی سے نئے ڈھنگ کے ساتھ باندھے گئے۔ [25]

اس جدوجہد کے پس منظر میں مرزا مظہر جانِ جاناں کے بزرگوں کی سعی جمیلہ واضح طور پر نظر آتی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی حمیت اور غیر اسلامی عناصر کے خلاف شدت اور پختگی صاف نظر آتی ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ جس زبان کی شاعری بھاشا کے دوہڑوں کی طرز پر تھی۔ اس سے یک قلم بھاشا پن خارج کر دیا گیا۔ [26]

سید تبارک علی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو نقل کر کے حضرت مظہر کے ادبی اثرات کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ ایک بزرگ نے حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے اشعار کی ضرب دل پر پڑتی ہے اور ایک فیض دل کے قریب پہنچتا ہے۔ اور یہ بات دوسرے عزیزوں کے اشعار میں نہیں ملتی تو حاجی صاحب نے جواب دیا کہ مرزا صاحب مردان خدا ہیں، اہل دل اور اہل درد ہیں۔ آپ کے کلام کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی شاعری میں داخلیت کو دخل ہے۔ [27]

ڈاکٹر جمیل جالبی نقشبندی مجددی ادبی خدمات کا جائزہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"نقشبندی مجددی شعراء نے اُردو شاعری کو مقصدیت سے معمور کرنے کے لیے ایک نئے دبستان

کی بنیاد رکھی۔ یہاں شعر تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بلکہ فکر واحساس کی سچائی کا اظہار ہے۔"

مندرجہ بالا اثرات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مجددی صوفیہ نے ہر شعبہ حیات پر اثر ڈالا مذہبی، سیاسی، ادبی غرض کہ ہر شعبہ ہائے حیات کی تطہیر شریعت اسلامیہ کے ذوق ومزاج کے مطابق کی۔

عصر حاضر کی خانقاہوں کے زوال کے اسباب

خانقاہ کے لغوی معنی درویشوں اور مشائخ کے رہنے کی جگہ کے ہیں اس کو صومعہ بھی کہتے ہیں۔ رباط بھی خانقاہ کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ رباط لغت میں اس مقام اور جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں پھر اس لفظ کو سرحدوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ پس جس طرح سرحد کا محافظ مجاہد اپنے ملک کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو خانقاہ نشین ہے رباط میں رہتا ہے اور اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت میں مشغول ہے۔ وہ بھی دعاؤں اور اطاعت گزاری سے بندوں اور شہروں سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ [28]

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ [29]

> "یہ وہ گھر ہیں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہاں خدا کا ذکر بلند کیا جائے وہاں وہ لوگ صبح وشام خداوند تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں جنہیں خدا کے ذکر، نماز ادا کرنے اور زکوۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔ یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔"

خانقاہ نشینوں کے لیے ضروری ہے کہ:

- مخلوق سے قطع تعلق کریں۔
- حق کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں۔
- ترک کسب کرکے مسبّب الاسباب کی کفالت پر اکتفا کریں۔
- میل جول اور اختلاط سے اپنے نفس کو روکیں۔
- برے کاموں سے اجتناب کریں۔
- تمام پچھلی عادتوں کو ترک کرکے رات دن عبادتوں میں مشغول رہیں۔
- اپنے اوقات کی نگہداری کریں۔
- اوراد ووظائف میں مصروف رہیں۔
- نمازوں کا انتظار کریں۔ (نماز ادا کرنے کے لیے تیار رہیں۔)
- غفلتوں سے محفوظ رکھیں۔ [30]

خانقاہ نشین ہر وقت اپنی خانقاہ میں رہتے ہیں اور اس کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ گویا خانقاہ ان کا گھر ہے اور وہی ان کا خیمہ اور خرگاہ ہے۔ جس طرح ہر قوم کے افراد کے گھر ہوتے ہیں اسی طرح صوفیہ کے گھر خانقاہیں ہیں پس اس صورت میں اہل صفہ سے مشابہ ہیں۔ یعنی اہل صفہ کی طرح اہل خانقاہ بھی ایسے لوگ ہیں جن کے آپس میں ربط ضبط ہوتا ہے ان کے ارادے یکساں

اور عزم ایک جیسا ہوتا ہے اور سب کے احوال میں یک رنگی ہوتی ہے ان کا یہ باہمی ربط اہل جنت جیسا ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ [31]

''اور ان کے سینوں سے جو کینہ اور رنجش تھی اس کو نکال دیا اور وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔''

یہ آمنے سامنے بیٹھے رہنا اس وجہ سے ہے کہ اب ان کا ظاہر و باطن یکساں ہو گیا ہے اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے دل میں کینہ رکھتا ہے تو ہر چند کہ اس کا رخ اس کے سامنے ہو (وہ سامنے بیٹھا ہو) لیکن اس کے لیے مقابلہ کا استعمال نہیں کیا جائے گا اور اہل صفہ اس آیت کے مصداق تھے۔ کیونکہ ان کے دل کینہ سے پاک صاف تھے۔ کینہ، حسد دنیاداری سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے دل دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی اصل ہے اور تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یہی حال اہل خانقاہ کا ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں یک رنگ ہیں۔ باہمی الفت و محبت میں یکسانیت ہے اور اس پر سب جمع ہیں۔ ایک ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ان کی باہمی گفتگو میں یک رنگی ہے۔

ارباب خانقاہ کی خصوصیات

اہل خانقاہ کی خصوصیات ایسی ممتاز ہیں جن کے باعث وہ دوسری جماعتوں سے ممیّز و ممتاز ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ [32]

''یہی وہ لوگ ہیں جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اس لیے تم ان ہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔''

I. خانقاہ میں جس قدر لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے اتحاد اور متحدہ اداروں کے باعث ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ [33]

''اور مومنین ایسے متحد اور متفق ہیں اور اس قدر مضبوط ہیں جیسے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔''

II. تمام اہل خانقاہ کے لیے یہ لازمی فرض ہے کہ وہ اجتماعی خاطر (جمعیت خاطر) کی بھرپور حفاظت کریں دلوں میں پراگندگی پیدا نہ ہونے دیں۔ دلی اور روحانی اتحاد سے اس پراگندگی کا ازالہ کر دیں۔ کہ وہ سب ایک روحانی رشتہ میں منسلک ہیں اور تالیف الٰہی کے رابطہ سے باہم مربوط ہیں اور مشاہدہ قلوب کے ساتھ وابستہ ہیں بلکہ خانقاہوں میں ان کی موجودگی ہی اس لیے ہے کہ تزکیہ قلب اور آراستگی نفس حاصل ہو اور اسی بنا پر ان کے مابین ربط و ضبط کا سلسلہ قائم ہے۔[34]

III. جب کوئی صوفی نفس سے مغلوب ہو کر اپنے کسی بھائی سے جھگڑ بیٹھے تو دوسرے بھائی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس کے نفس کا مقابلہ اپنے قلب سے کرے کیونکہ نفس کا تقابل قلب سے کیا جاتا ہے تو برائی اور شر کا مادہ زائل

ہو جاتا ہے اگر اس نے بھائی کے نفس کا مقابلہ اپنے نفس سے کیا تو پھر ایک فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے اور عصمت رخصت ہو جاتی ہے۔

IV. اہل خانقاہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ باطنی کدورت (کسی کی رنجش) کے ساتھ رات نہیں گزارتے اور نہ اس حال میں کھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں جب تک یہ تفرقہ دور نہیں ہوتا اور سب کو جب تک جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو وہ اس وقت تک کسی کام کے لیے جمع نہیں ہوتے۔[35]

V. صادق و مخلص فقیر جو خانقاہ میں مقیم ہے اور چاہتا ہے کہ خانقاہ کے مال وقف سے یا اس مال سے جو اہل خانقاہ کے لیے اکٹھا کیا جاتا ہے وہ کھائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کے ذکر میں اس طرح مشغول ہو جائے کہ اگر وہ روزی کماتا تو ایسا ذکر اس کے لیے ممکن نہ ہوتا اور اگر خانقاہ میں اس کو اوقات میسر ہیں یا وہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف رہتا ہے تو ایسے درویش کو خانقاہ کے مال سے کھانا روا نہیں۔ بلکہ اس کو خود اپنے لیے روزی کمانا چاہیے اس لیے کہ خانقاہ کا کھانا تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو یاد الٰہی میں اس طرح مصروف و مستغرق ہیں کہ دوسرے کاموں کی ان کو فرصت نہیں اور وہ ہمہ وقت اور ہمہ تن اپنے مولا کی یاد میں مصروف ہیں۔[36]

زوال کے اسباب

علامہ اقبال خانقاہوں کے حالات دیکھ کر کف افسوس ملتے ہوئے ان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن[37]

شریعت الٰہی سے دوری

خانقاہوں کے زوال کا سب سے اہم پہلو شریعت الٰہی سے دوری ہے۔ جب مسلمانوں نے قرآن وسنت کو بالائے طاق رکھا اور خواہش نفس اور طاغوتی قوتوں اور لادین عناصر کے قوانین پر عمل کرنے لگے تو تنزلی کا شکار ہوئے قرآن میں فرمایا گیا ہے:

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ[38]

"اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں۔ حالانکہ زمین و آسمان کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی تابع فرمان ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔"

سورۃ النجم میں فرمایا گیا ہے:

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۖ ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ۠ ﴿۲۵﴾[39]

"یہ لوگ بس اٹکل اور اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت پہنچتی ہے۔ کہیں انسان کو من مانی مراد بھی ملی ہے۔ سو آخرت اور دنیا میں سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عن عبداللہ بن مسعود قال: خط لنا رسول اللہ ﷺ یوما خطا، وخط عن یمینه خطا، وخط عن یساره خطا، ثم قال: هذا سبیل اللہ، ثم خط خطوطاً فقال: هذه سبل، علی کل سبیل منها شیطان یدعو الیه، وقرأ ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ (الانعام: ۱۵۳)"[40]

> "عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سمجھانے کے لیے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ راہ اللہ کی ہے پھر آپ نے اس سیدھے خط کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور فرمایا یہ راہیں ہیں اور ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: کہ یہی ہے سیدھی راہ میری، پس چلو اس سیدھی راہ پر اور مت چلو اور راہوں پر کیونکہ یہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے بھٹکا کر تتر بتر کر دیں گی۔ یہ بات نصیحت کی ہے کہ حکم دیتا ہے کہ اللہ تم کو ساتھ اس کے کہ تم متقی ہو جاؤ۔"

قرآن و سنت (شریعت) ہی وہ سانچہ تھا جس سے امت کے داعی اعظم نے اپنے ماننے والوں کی تربیت کی تھی۔ صحابہ کرام کا صرف شریعت الٰہی پر اکتفا کرتے ہوئے کسی اور طرف مائل نہ ہونا کسی جمود، بیگانگی و غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقی فلاح کے لیے وحی الٰہی اور صاحب وحی کے حکم کی روشنی میں سفر کرکے کامیابی و عروج کی منزلیں طے کرتے رہنا تھا۔

" وعن جابر عن النبی ﷺ حین اتاه عمر فقال: انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا افتری ان نکتب بعضها؟ فقال: امتهو کون انتم کما تهوکت الیهود والنصاری؟ لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ولو کان موسی حیا وماسعه، الا اتباعی"[41]

> "حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے پس کہا کہ ہم یہودیوں سے حدیثیں سنتے ہیں ہم کو وہ اچھی لگتی ہیں پس آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم ان میں سے بعض لکھ لیں فرمایا کیا تم حیران ہو جس طرح یہود و نصاریٰ حیران ہیں، میں تمہارے پاس روشن، صاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔"

> وہ زمانے میں تھے معزز مسلمان ہو کر
> اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر[42]

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں گذشتہ اقوام کی تباہی و تنزلی کو جابجا بیان کرکے دراصل امت مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اسی روش پر چلو گے تو وہی انجام ہوگا جو پچھلوں کا ہوا۔ سنت الٰہیہ کے مطابق صراط مغضوب اختیار کرنے کی وجہ سے ان پر ذلت و مسکنت طاری کر دی گئی ہے اور یہ پیغام ہے کہ اب بھی اگر باز آ جاؤ تو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

خانقاہوں کے زوال سے اس حقیقت کو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کو جھٹلایا، ان سے روگردانی کی اور قرآن کی نصیحتوں کو، جب وہ اللہ کی نصیحتوں کو پس پشت ڈالتے رہے جس کی وجہ سے وہ نعمتیں چھین لی گئیں جو ان کو عطا کی گئی تھیں۔

فرقہ بندی

قرآن وسنت کی تعلیم یہ تھی کہ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا[43]

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

" یاایھا الناس، الا ان ربکم واحد، وان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی أعجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لاحمر علی أسود، ولا أسود علی احمر الا بالتقوی"[44]

"اے لوگو! یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے یعنی تم سب اصل کے اعتبار سے ایک ہو۔ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔"

جس امت کو حضور ﷺ نے ان تعلیمات و ارشادات کے ساتھ چھوڑا تھا واقعہ یہ ہوا کہ ان کی فرقہ بندی کا سلسلہ خلفائے راشدین کے بعد سے شروع ہوا اور اب تک ختم نہیں ہو سکا۔ گروہوں اور فرقوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کا مقصد حیات خالق کائنات سے جڑنے اور جوڑنے کی بجائے اپنے مسلک سے جوڑنے اور اس کی ترقی وکامیابی کا مشن بن کر رہ گیا ہے۔ علماء ظاہر اور صوفیہ کرام کے اختلافات بھی اس کے زوال کی ایک وجہ ہے۔ صوفیہ نے طریقت کے ذریعے سے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی تعلیم دینا شروع کی تو کچھ علماء نے اسے شریعت کی روح سے منافی قرار دیا۔ پھر صوفیہ کرام کے بھی مختلف فرقے نظری اور فکری حیثیت سے ہو گئے۔ ان کے سلسلے بھی علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ ان فرقہ بندیوں سے جو انتشار پھیلا وہ ان کے سیاسی انتشار سے کم مہلک ثابت نہیں ہوا۔ آج خانقاہوں میں زوال کی وجہ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم در تقسیم کا لامتناہی سلسلہ ہے جو ہمیں سربلندی کی طرف جانے نہیں دیتا۔

ایک حدیث امت کی زبوں حالی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ

" عن الزبیر بن العوام قال قال رسول اللہ ﷺ دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء والبغضاء ھی الحالقۃ حالقۃ الدین"[45]

"حضرت زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امت کی بیماریاں تم میں سرایت کر گئی ہیں یعنی اے امت محمدیہ تم میں پچھلی امتوں کی بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ بیماریاں حسد، بغض ہیں۔ جو مونڈنے والی ہیں۔ میری مراد اس سے بالوں کو مونڈنا نہیں بلکہ دین کو مونڈنا ہے۔ یعنی یہ بیماریاں دین کی جڑ کاٹ دیتی ہیں۔"

عیش کوشی وبے جا اسراف

مسلم دنیا میں مغرب کی نقالی بڑھتی جا رہی ہے اور مغربی خیالات اور تصورات کو اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ اس طرح بتدریج ماضی سے اپنا رشتہ کاٹتی چلی جا رہی ہیں۔ صرف اپنی مقامی جڑیں بلکہ روحانی جڑیں بھی کاٹ رہی ہیں اس کی مثال اس درخت کی سی ہے۔ جو بہت توانا تھا مگر اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے درخت آہستہ آہستہ گرتا جا رہا ہے

کیونکہ وہ اپنی غذا سے محروم ہو گیا ہے اس کے پتے جھڑ چکے ہیں اس کی شاخیں ٹوٹ چکی ہیں اب صرف تنا رہ گیا ہے جس کے گرنے کا خطرہ ہے۔ خانقاہیں اس وقت روبہ زوال ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عملی مذہب کو ظاہری رسم و رواج کا مذہب بنا دیا اور اس کی روح نکال کر بے جان کر دیا گیا ہے۔ [46]

فریضہ اقامت دین سے غفلت

خیر امت کا اصل کام دعوت الی الخیر یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور حقیقت میں یہ انسانیت کے لیے پیغام فلاح ہے۔ لہٰذا اس پیغام کو قبول کرنے والوں پر لازم ہے اسے ساری نوع انسانی تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [47]

"دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے میدان میں لایا گیا ہے تم خیر کی دعوت دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

مسلمان خانقاہوں میں جب تک اپنے اس کام کو فرض سمجھ کر ادا کرتے رہے ان کے معاملات زندگی میں اصلاح و درستگی کا عمل جاری رہا۔ قرآن مجید میں ایک قاعدی کلیہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملے میں ظالم نہیں ہے کہ کسی قوم یا امت کو خواہ مخواہ برباد کر دے یا اس کا شیرازہ بکھیر دے اور معاملہ یہ ہو کہ وہ نیکوکار اور درستگی کرنے والے ہوں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝ [48]

"اور تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے تباہ کر دے حالانکہ اس کے باشندے نیک عمل کرنے والے ہوں۔"

ہلاک و برباد کر دینے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ قوموں اور بستیوں کو یا ان کے رہنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ ان کی ہوا اکھاڑ دی جائے۔ ان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ ان کی اجتماعی قوت توڑ دی جائے ان کو محکوم و مغلوب اور ذلیل و خوار کر دیا جائے۔ پس فریضہ اقامت دین سے غفلت کے نتیجہ میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا خانقاہوں سے ختم ہوا تو وبائی مرض کی طرح برائی عام ہوئی اور جو انصاف و امن کے پیکر تھے۔ اب ان سے دور ہو چکے تھے۔ جب اجتماعی فساد برپا ہوا تو اس چیز نے خانقاہ کے زوال کی راہ ہموار کر دی۔

رہبانیت

اسلام میں تو رہبانیت کا تصور کسی بھی گوشہ میں نہیں بلکہ اس کی مذمت کی گئی ہے اس لیے اسلام نے رہبانیت کے اس تخیل کی سخت مخالفت کی ہے جو اس زمانے میں عیسائیوں میں فاقہ کشی و ترک لذائذ کی صورت میں جاری تھا۔

وَرَهْبَانِيَّةَ ٰ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ [49]

"اور رہبانیت جن کو انہوں نے خود ہی نکالا تھا ہم نے تو ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا۔"

پھر جو کوئی اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرکے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں ان سے کہا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ [50]

''اے مومنو! اللہ نے جو اچھی چیزیں تم پر حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو۔''

ان آیات کی تشریح حضور ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان سے ہوتی ہے۔ جو درحقیقت مذہب اسلام کا بنیادی اعلان ہے:

''فمن رغب عن سنتی فلیس منی''[51]

''جو شخص میری سنت سے انحراف کرے وہ مجھ میں سے نہیں۔''

خانقاہ نشینوں نے شر و فساد کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس سے فرار اختیار کیا اور گوشہ نشینی قبول کر لی۔ بادشاہوں نے ان خانقاہوں کی اس لیے ہمت افزائی کی کہ بہترین قابل اور بزرگ ہستیاں جو علاء کلمۃ الحق کے ذریعہ ان کی ظالم حکومتوں کا تختہ الٹ سکتی تھیں۔ ان خانقاہوں میں جذب ہو کر بے اثر ہو گئے ہیں۔ دنیا سے علیحدگی نے ان خانقاہ نشینوں کے اندر یاس و ناامیدی، محرومی و بے عملی پیدا کر دی۔ انہوں نے دنیا کو ترک نہیں کیا بلکہ خود دنیا نے ان کو ترک کر دیا۔ اس لیے رفتہ رفتہ وہ دنیا والوں کے محتاج ہو گئے۔ مریدوں اور ارادت مندوں کے نذرانوں پر ان کے گزر اوقات ہونے لگے لیکن اس نظام غیر فطری سے نہ صرف پرواز میں کوتاہی آئی بلکہ زمین سے نکل کر فضاء آسمانی میں اڑنے کا خیال ہی جاتا رہا۔ اور زمین کی خاک میں دانہ تلاش کرنا ہی مسلمانوں کا نصب العین بن گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے محکومی و بے عملی کے اثرات خانقاہوں سے نکل کر تمام اسلامی دنیا میں داخل ہو گئے۔[52]

عربی زبان کو مرکزیت و وحدت سے دوری

زبان نہ صرف رابطے کا ذریعہ ہے بلکہ وحدت کی علامت بھی ہے۔ مسلمانوں کی زبان عربی تھی اور یہی شریعت کی۔ تمام ممالک اسلام نے بھی اپنے مذہب کے ساتھ قدیم زبانوں کو خیرآباد کہا۔ یہاں تک کہ عربی زبان شعائر اسلام میں داخل ہو گئی۔[53]

عربی تمام مسلمانوں کی علمی زبان بھی تھی۔ ترک، ایرانی، حبشی تمام قوموں کے عالم تصنیف و تالیف کے لیے عربی زبان استعمال کرتے تھے۔ تمام مسلمانوں کی مشترکہ زبان تھی جس کی وجہ سے ماوراالنہر میں لکھی ہوئی کتابیں اندلس تک اور اندلس میں لکھی ہوئی کتابیں ماوراالنہر تک آسانی سے پھیل جاتی تھیں۔ اس کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کے خیالات سے واقفیت رکھتے تھے۔ یہ بھی خانقاہوں کے زوال کا سبب بنا۔ عربی صرف دینی علوم کی زبان رہ گئی۔ اکابرین نے جو کتابیں تحریر کی تھیں ان تک رسائی کم ہو گئی۔[54]

اخلاقی بگاڑ

جب اخلاق زوال پذیر ہونا شروع ہوئے اور بناؤ کی بجائے بگاڑ کا عنصر پروان چڑھا تو خانقاہ زوال کا شکار ہوئی۔ قرآن کریم نے جو بہترین اخلاقی نشو و نما کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ کی صورت میں عملی نمونہ بھی مبعوث کر دیا تھا۔ تاکہ یزکیھم یعنی ان کا تزکیہ کرے۔ اسی وجہ سے ہماری خانقاہیں بلند مقام و مرتبہ پر پہنچی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ مغرب پسندی نے مسلمانوں کے اندر سے اخلاق حسن کو نکال کر مادیت کا بندہ بنا دیا۔

خانقاہ کے جمود اور اس کے زوال کی اس وقت تک پوری تشریح نہیں ہوئی جب تک کہ اس کے اخلاقی شعور کے فقدان کا ذکر نہ ہو۔ حکومتوں نے رعایا کو مادی اور اخلاقی دونوں اعتبار سے لوٹنا کھسوٹنا اپنا شعار بنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خانقاہ نشین بھی آلہ کار بن گئے اور ان کا کام یہ ہو گیا کہ حکمرانوں کی خوشامد اور ان کی حماقتوں پر داد دینے کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہے۔

نصب العین سے دوری

نصب العین کا مقصد ہے کہ اپنی نگاہوں کو اہم مقصد کے حصول کے لیے جمائے رکھنا۔ للذا زندگی کے تمام مقاصد کو ایک اعلیٰ مقصد کے تحت لا کر تمام تر توجہ اس مقصد کی طرف مبذول رکھنا نصب العین کہلاتا ہے۔ جب خانقاہوں میں کوئی اعلیٰ نصب العین باقی نہ رہا وہ زوال پذیر ہو گئیں۔ اسی حقیقت کو علامہ محمد اقبال نے انتہائی دردانگیز انداز میں بیان کیا ہے:

شبے پیش خدا بر بستم زار — مسلماں چرا زارند و خوارند

ندا آمد نمیدانی کہ ایں قوم — دلے دارند و محبوب ندارند [55]

(رات میں خدا تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی سے رویا اور کہا کہ مسلمان دنیا میں کیوں عاجز و درماندہ اور ذلیل و خوار ہیں تو اس پر آواز آئی کہ کیا تمہیں معلوم ہے؟ کہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر اس دل میں کوئی محبوب نہیں رکھتی۔)

جس کا مطلب یہ ہے خانقاہوں کا زوال بے مقصدی کی وجہ سے ہے۔ یہ محبوب وہی مسلمان قوم کا نصب العین تھا جس نے مسلمانوں کے اندر وہ قوت و ہمت پیدا کر دی تھی کہ جس سے دریاؤں کے دل دہل جاتے تھے۔ اس کو چھوڑنے کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا کہ وہ زارند و خوارند ہیں۔

حب الدنیا کراھت الموت

جب خانقاہوں میں دنیا سے محبت پیدا ہو گئی اور ان کا ترجیح اول دنیا کا حصول ہو گیا اور وہ دنیا ہی میں مگن ہو گئے تو ان کے اندر موت سے نفرت اور ہمیشہ باقی رہنے کی خواہش نے ان کو بزدل بنا دیا۔

"قال رسول اللہﷺ: یوشک الأمم أن تداعى علیکم کما تداعى الأکلة الى قصعتها، فقال قائل: ومن قلة نحن یومئذ؟ قال: بل أنتم یومئذٍ کثیر، ولکنکم غثاء کغثاء السیل، ولینز عن اللہ من صدور عدوکم المهابة منکم، ولیقذفن فی قلوبکم الوهن، فقال قائل: یا رسول اللہ وما الوهن؟ قال: حب الدنیا، وکراهیة الموت" [56]

"نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں لقمہ تر سمجھ کر تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح کھانے والے دستر خواں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگلنے کے لیے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ فرمایا نہیں اس وقت تمہاری تعداد کم نہیں ہو گی۔ البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے اور تمہارا رعب نکل جائے گا۔ تمہارے دلوں میں بزدلی اور پست ہمتی پیدا ہو جائے گی۔ اس پر ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بزدلی کیوں پیدا ہو جائے گی۔ فرمایا اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت کرنے والے ہو جاؤ گے اور موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے والے ہو جاؤ گے۔"

حب الدنیا و کراھت الموت کا یہ نتیجہ نکلا کہ خانقاہوں میں بزدلی اور مایوسی گھر کر گئی اور یہ رفتہ رفتہ پستی اور زوال کی طرف چلی گئی۔ ہمارے اسلاف تمام اقوام عالم میں شجاعت، عزم و استقلال کے لیے مشہور تھے۔ کیونکہ وہ موت کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرتے تھے۔

علماء مشائخ کی کمزوری

خانقاہوں کے زوال کی ایک اہم وجہ علماء کی کمزوری بھی ہے۔ علماء و مشائخ جو کہ دین کی سربلندی کے لیے حق گوئی کے علمبردار ہوتے ہیں اور جیسا کہ پہلے وقتوں میں جب بھی حکمران وقت نے غلط فیصلہ کیا اور رعایا پر ظلم کیا تو یہ علماء و مشائخ حکمرانوں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ ہر دور میں ایسے لوگوں کا ٹولہ موجود رہا ہے جس کا مطمح نظر پہلے اپنا مفاد ہوتا ہے اور وہ ٹولہ خانقاہوں میں موجود علمائے مشائخ ہوں تو پھر امت کی آبیاری کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں:

ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد[57]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیہ نے جو خانقاہیں قائم کیں وہ دراصل اسلامی علوم کی درس و تدریس اور ان کی اشاعت کا مرکز تھیں۔ جن کا مقصد طالبان حقیقت کے سینوں کو منور اور قلب کو پاک کرنا تھا۔ وہ اسے کار نبوی سمجھتے تھے اور دن رات اسی کوشش میں رہتے تھے کہ انسان کے اخلاق ذمیمہ کو دور کرکے اس کی شخصیت کو جلا دی جائے۔ مگر جب مشائخ اپنے اس مقصد سے دور ہوئے تو خانقاہوں نے اپنی شان و شوکت کو کھو دیا۔ موجودہ صورت حال میں تمام فکری و نظریاتی مسائل کے حل میں خانقاہوں سے متوقع کردار ادا کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تاہم اس حوالے سے اس نظام کا موجودہ کردار عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

عصر حاضر کی خانقاہوں میں اصلاحی اقدامات

خانقاہیں معاشرے سے فرار کے ٹھکانے نہیں تھے بلکہ استعداد کو ہمہ فعال کرنے کے مقامات تھے ان کا بنیادی مقصد تحنّث و تعبد تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان خانقاہوں کے آداب اور اعمال و اشغال متعین کیے جانے لگے، معاشرتی کردار کی استواری کے لیے بیعت کے سلسلے کا احیاء بھی ہوا، اس کا مقصد یقین کو استحکام بخشنا تھا۔ اور متوسلین کے درمیان یک رنگی کا سامان پیدا کرنا تھا تاکہ نشر خیر کا مربوط نظام قائم رہے۔ جب تصوف کے مختلف سلاسل برصغیر میں آئے تو یہاں ویدانت اور جدلیت کا دور دورہ تھا۔ نظریاتی انتشار اس قدر عام تھا کہ گھر گھر کا الہٰ جدا تھا۔

برصغیر میں اسلام کی آمد کے آثار بہت تیزی سے ظاہر ہونے لگے۔ ترک دنیا کی روش برصغیر میں عام تھی اس حوالے سے سب سے پہلا ہدف خانقاہی نظام بنا اور بڑی چابک دستی سے اس نظام خیر کے حصار میں دراڑ ڈالنے کی سعی کی گئی وہ رسوم و عادات جو مقامی آبادی میں پختہ ہو چکے تھے اسلامی عبادات کے لاحقے بنائے جانے لگے۔ خانقاہی نظام کا تقدس ماند پڑنے لگا جو اکابرین نے بڑی محنت سے قائم کیا تھا۔ مجددی صوفیہ نے اپنے اپنے دور میں خانقاہوں کے صحیح رخ کو پیش کرنے کی سعی کی۔ ان کی مساعی کا مقصود تربیت کردار کا اہتمام اور شریعت اسلامی کی پاسداری کو یقینی بنانا تھا۔ مجددی صوفیہ کا یہ سلسلہ رشد نئی قوت کے ساتھ رواں دواں ہوا مگر استعمار کے جبر، مقامی و غیر مقامی نظریاتی فساد نے پھر سے تاریکیاں مسلط کرنا شروع کر دیں، خانقاہی نظام کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ عصر حاضر میں طالبان حق اور متلاشیان صداقت کو تعلیمات مجددیہ کی پھر ضرورت ہے۔ خانقاہوں میں مجددی تعلیمات کے احیاء کی کوشش کے لیے مندرجہ ذیل اصلاحی اقدامات اپنانے کی ضرورت ہے:

- ہندوستان میں مغلیہ خاندان کا جلال الدین اکبر ایک بڑی سلطنت کا مالک تھا۔ اس نے اسلام کو ختم کرنے کے لیے مختلف ادیان کا مغلوبہ تیار کیا اور اسلام کی بقا کے لیے خطرے کا باعث بن گیا۔ ان حالات میں خانقاہوں میں موجود لوگوں نے گمراہی کے سیلاب کا رخ موڑ دیا اور دین الٰہی کا خاتمہ کر کے اسلام کو ایک نئی زندگی بخشی۔ موجودہ دور کے سیاسی حالات سے نمٹنے اور اسلام کی بقاء کے لیے موجودہ دور کے مشائخ کے لیے صوفیہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔
- عصر حاضر کی مسندوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ درویش خدا، اقتدار کی مسندوں کا اسیر ہو گیا ہے۔ روحانی مراکز اب مادیت کے حصار میں ہیں۔ جس سے اعلائے کلمۃ الحق دشوار ہو گیا ہے۔ مجددی صوفیہ نے عمل کر کے یہ راہ دکھائی کہ طاقت ور سے طاقت ور حکمران ہی کیوں نہ ہو۔ مسند نشینوں کو حق گوئی کی عادت رہنی چاہیے۔ اقتدار پر اکبر اعظم ہو یا جہانگیر ان کی اطاعت شریعت کے پیمانوں سے ہی متعین ہو گی ان کا ہر فرمان شریعت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔
- دور حاضر میں خانقاہوں سے صاحبان اقتدار کے لیے زندہ آباد کے نعرے گونج رہے ہیں۔ ان کی خوشنودی و ہمنوائی کی کوششیں ہو رہی ہیں، اور انہی خانقاہوں میں دین کے تقاضے پامال ہو رہے ہیں۔ ضرورت اسی امر کی ہے جو مجددی صوفیہ کی میراث ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس کے کہ فقہاء کے ہاں سجدہ تعظیمی کا جواز موجود تھا، اس کی تردید کی اور رخصت کی بجائے عزیمت کی راہ اپنانے کا درس دیا۔ یہ اس وقت اقتدار سے ٹکرانے کا معاملہ تھا۔ مگر آپ نے اس پر مواخذہ کیا اور جواز کی سہولت کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ بعض فقہاء نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے سجدہ تحیّت جائز رکھا ہے لیکن بادشاہوں کے لیے بھی مناسب ہے کہ اس امر میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور اس قسم کی ذلت وانکسار حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لیے پسند نہ کریں۔[58]

جب بعض احباب نے سجدہ تعظیمی کے حوالے سے شاہی عتاب کا ذکر کیا کہ جب جواز کا پہلو موجود ہے تو خواہ مخواہ مخالفت مول کیوں لی، تو آپ نے فرمایا:

"یہ فتویٰ تو رخصت ہے کہ غیر حق کے سامنے سجدہ کیا جائے۔"[59]

عصر حاضر کے مسند نشینوں کو بھی اس عزیمت سے سبق حاصل کرنا ہو گا۔

- موجودہ دور کی خانقاہوں میں موجود علماء و مشائخ کو اپنے کردار کی بہتری کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ اپنے عمل کے ذریعے کردار کی پختگی کو لوگوں پر ظاہر کرنا چاہیے۔ تاکہ لوگوں کا اعتماد ان پر بحال ہو، اور لوگ ان کے ساتھ بہتری کے کام کرنے کے لیے آمادہ ہو سکیں کیونکہ اسی طریقہ سے ہی حکومت وقت پر اصلاح کے لیے دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔
- عصر حاضر کے مسند نشینوں کو اکابرین مجددیہ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے خانقاہوں کی زینت بننے کی بجائے عملی طور پر کوشش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بہتری کی امید کی جا سکے۔
- خانقاہوں میں اسلامی اقدار کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے خانقاہوں کو بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے۔
- مجددی صوفیہ کے نزدیک صوفیانہ مشرب کا مقصود ہی یہ ہے کہ شریعت کی پاسداری میں طبعی سہولت پیدا ہو۔

تصوف اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بلکہ شریعت کی اتباع کا نام ہے۔ جیسا کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہی احکام کے ادا کرنے میں آسانی ہو۔"[60]

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ اور زیادتی شریعت کی بجاآوری پر منحصر ہے۔"[61]

شریعت کی پاسداری کی تاکید اس دور کی خانقاہوں کے لیے بھی تھی اور آج بھی اسی پر تمام کامیابیوں کا انحصار ہے۔

- مشائخ کو خانقاہوں میں الگ تھلگ ماحول بنا کر اور معاشرے سے کٹ کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ عوام کا رشتہ مضبوطی سے اسلام کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ مجددی صوفیہ کی خاصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ غیر اسلامی نظریات، اقدامات اور قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا۔ موجودہ دور کے مشائخ کو بھی فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مطابق "من یرمنکم فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطیع فبلسانہ فان لن یسطع فبقلبہ ذلک اضعف الایمان"[62] اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- مجددی تعلیمات میں شیخ کا منصب کیا ہے؟ اس بارے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے۔ یہ تعلیم طریقت سے زیادہ واضح اور ملحوظ ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا راہنما بھی۔"[63]

موجودہ مجددی خانقاہوں میں موجود مشائخ کو ان کی تعلیمات سے راہنمائی حاصل کرکے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔

- آج کل خانقاہوں میں ریاضتیں اور چلے ہی سب کچھ ہیں۔ فرائض میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ جبکہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"صوفیہ کرام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کو بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کرکے جملہ فرائض کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔"[64]

- موجودہ دور میں تصوف کے سلاسل کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے ایسے زعماء اور خانقاہی مشائخ جن کے ذہن میں بھی نہیں ہے کہ تصوف کے میدان میں شریعت مطہرہ کا بھی عمل دخل ہے وہ لوگ ولایت اور اس کی جزیات کو صرف اور صرف طریقت اور تلونیات مواجید سے زندہ کیے ہوئے ہیں۔ مشائخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام قدیم روحانیت کے سلاسل چھوڑ کر ایسے سلسلہ کو ترویج دیں جس کی بنیاد شریعت مصطفیٰ ﷺ اور اتباع رسول ﷺ پر قائم ہے اور اس میں تلوین کے ساتھ تکوین بھی داخل ہے۔

- مجددی طریقہ کے تمام اصول و فروع میں اتباع سنت اور اجتناب بدعت بدرجہ کمال ہے۔ یعنی اصحاب کبار سا لباس مشروط ہے انہیں کی سی معاشرت۔ ویسے ہی کم ریاضتیں اور فیضان کثیر ہے۔ نہ اس میں چلہ کشی ہے نہ ذکر بالجہر کی اجازت، نہ سماع بالمزامیر جائز ہے، نہ ہجوم عورت، نہ سجدہ تعظیمی، نہ توحید وجودی اور نہ دعویٰ اناالحق، نہ مریدوں کی پیروں کی قدم بوسی، نہ مرید عورتوں کی پیر سے بے پردگی۔ موجودہ مسند نشینوں کو اپنی خانقاہوں کا احتساب کرنا چاہیے۔
- دور حاضر میں حکمران بہت سے ایسے اقدامات کرتے ہیں جو شرعی لحاظ سے جائز نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں علماء مشائخ کو اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہیے۔ لیکن آج کل علماء رسمی طور پر چند بیانات دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ خانقاہوں میں موجود مشائخ کو اکابرین مجددیہ کے طریقہ کو سامنے رکھتے ہوئے عملی طور پر غیر اسلامی اقدامات کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے۔
- مجددی تعلیمات کے مطابق ملک کے باشندوں کی اصلاح کا راز حکمرانوں کی اصلاح میں پوشیدہ ہے۔ اس لیے موجودہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کو اکابرین مجددیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حکمرانوں کی اصلاح اور ملک میں اسلامی نظام حیات اور قوانین کے نفاذ کے لیے منظم کوشش کرنی چاہیے۔
- مجددی مسند نشینوں کے افکار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل دربار اور صاحبان ثروت سے اپنی ذات کے لیے کچھ طلب نہ کیا۔ عصر حاضر میں بھی صوفیہ کو ان کی پیروی کرنی چاہیے۔
- غرور نفس سے بچ کے رہنا بھی ایک صوفی کے لیے لازم ہے۔ اسے انکسار کا مجسمہ بن کر رہنا ہے اور کرامات کے اظہار میں اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا کہ وہ روحانی ارتقاء میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی سبقت لے گیا ہے جیسا کہ حضرت مجدد رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

  > ''کوئی ولی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ خواجہ اویس قرنی باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر ﷺ کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے۔ ادنی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔''[65]

- آج خانقاہوں میں موجود صوفیہ روحانیت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ مگر انہیں وراثت میں یہ مسند ارشاد حاصل ہو گئی ہے۔ علامہ محمد اقبال ان کے حال پر یوں نوحہ کناں ہیں:

  میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
  زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ان کو تو اور بھی زیادہ محتاط ہو جانا چاہیے اور خانقاہ کو نشر خیر کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ یہ اسی صورت ممکن ہے کہ جب صالحین کو اپنا امام بنایا جائے۔ ہر عمل میں سنت رسول ﷺ کے ساتھ تعامل صحابہ کو مشعل راہ بنایا جائے۔

- خانقاہوں میں رشد و ہدایت کی تعلیم کی بجائے خود نگری کی نمود ہونے لگی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ایسے دعوے ہونے لگے ہیں جو ان مسندوں کے لیے مناسب نہیں۔ مثلاً یہ کہ اپنے رویوں کو شریعت کے مترادف سمجھ لیا گیا ہے اور اپنے عمل کو محبت قرار دیا جاتا ہے جبکہ مجدد الف ثانی رحمۃاللہ علیہ اس کے متعلق حتمی فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پس صوفیہ کا جو کلام علمائے اہلسنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہے وہ قبول ہے اور جو ان اقوال کے مخالف ہے وہ مردود ہے۔"[66]

- خانقاہوں میں مکاتیب کے دروس کا اہتمام لازمی ہونا چاہیے اور مشائخ خود بھی مکتوبات کو زیر مطالعہ رکھیں اور اپنے احباب کو بھی اس کی ترغیب دلاتے رہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ملا محمد طالب بیانکی کو لکھتے ہیں:

"مطالعہ مکتوبات را لازم گھیرند کہ سود منداست"[67]

- عصر حاضر کے مشائخ اپنے اپنے تربیت یافتگان کو اسلام کی تبلیغ کے لیے دور دراز علاقوں میں متعین کریں اور خود بھی خانقاہوں میں تحریر و تقریر کا سلسلہ جاری رکھیں۔ بلکہ جس جگہ ہوں یا جس حال میں بھی ہوں۔ مجددی صوفیہ کی طرح اپنی زبان، تقریر اور وعظ سے ہر کسی کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ مرید ہو یا شاگرد، سپاہی ہو یا جرنیل، وزیر ہو یا بادشاہ سبھی کو اسلام کا پیغام پہنچائیں۔
- مجددی صوفیہ کی تصانیف کو عام کیا جانا چاہیے۔ خانقاہوں میں موجود مسند نشینوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مجددی لٹریچر کی اشاعت کریں۔ مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوسرے احباب کو مختلف مکاتیب کی نقول روانہ کرتے تھے۔68
- جو شخص خانقاہ میں تازہ وارد ہو اور اس نے علم (معرفت) کا ذائقہ چکھا ہو۔ اور روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خانقاہ والوں کی خدمت کرے۔ یہ خدمت اس کی عبادت محسوب ہو گی۔ وہ اپنی حسن خدمت سے اہل اللہ کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرلے گا اور ان کی برکات اس کے شامل حال ہو جائیں گی۔

خانقاہی نظام بھی مجددی سلسلہ کا ایک اہم اور نمایاں پہلو رہا ہے جہاں سالکین کی روحانی تربیت بھی کی جاتی تھی۔ جہاں ان کو مختلف مجاہدوں سے گزار کر منازل سلوک طے کروائی جاتی تھیں اور پھر انہیں خلق اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مختلف علاقوں میں بھیجا جاتا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ پیغام الٰہی سے آشنا ہو کر صراط مستقیم کے راہی ہو جائیں۔ آج کا دور گوناگوں پیچیدگیوں کا دور ہے۔ آج یہاں مغرب کی لادینی، مادی اور سیکولرزم کی تحریکوں اور دیگر فتنوں کے اثرات نے انسانی سوچ کو مذہب سے بیزار کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سائنس میں ترقی کی وجہ سے انسانی سوچ کا دھارا بھی بدل چکا ہے۔ ان تمام حالات میں صوفیہ کرام کے لیے ضروری ہو چکا ہے کہ وہ فکری بلندیوں سے آگاہ ہوں اور علمی نگارشات سے انقلاب برپا کریں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ صوفیہ اس دور کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں جو واقعی اسلام کے لیے قابل فخر تھا اور جس سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں شامل ہوتے تھے بلکہ خانقاہی نظام کی صورت میں ایسی درسگاہیں اور تربیت گاہیں میسر آجاتی تھیں جو کہ محبت، اخوت، احساس، انسانیت، خدمت خلق، فلاح انسانیت، قربت الٰہی کا درس دیتی تھیں۔ اس لیے ایسی شخصیات کی ضرورت ہے جو جدید دور کے تقاضوں اور لوگوں کے انداز فکر کو سمجھیں، جو گوشہ عافیت میں بیٹھ کر محض اللہ اللہ کرنے والوں میں نہ ہوں بلکہ وہ عملی مجاہد ہوں، سیاسی بصیرت سے آراستہ ہوں، باطل کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی ان میں جرات ہو اور ساتھ ساتھ کتاب و سنت اور اسلامی ماخذ میں بھی تجربہ رکھتے ہوں۔

الغرض امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل میں خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے پیروں کا کردار اتنا موثر نہیں ہے۔ انفرادی

سطح پر کوشش ضرور ہو رہی ہے لیکن اجتماعی حیثیت سے نئے راستے تلاش کرنے اور فکری و عملی میدانوں میں بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کی خانقاہیں غفلت کے پردے وسیع کرنے اور بے عملی کی چادر اوڑھنے کی تعلیم دے رہی ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اکابرین مجددیہ نے جہاں اقدار و روایت کے فروغ اور باطل نظریات کے رد میں بھرپور کردار ادا کیا تھا وہاں آج کے پیران طریقت نے اپنے آپ کو انفرادی اصلاح وفلاح کے دائرے میں محدود کر لیا ہے

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

حوالہ جات **(References)**

1مجددی، محمد یوسف، جواہر مجددیہ، ص: ۲۴

2سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: ۲، مکتوب: ۴۲

3ندوی، معین الدین احمد، مقالات سلیمانی، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، حصہ: دوم، ص: ۳۴، ۳۵

4حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک وحدت الوجود کی منزل میں سرگرداں رہے۔ (سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۱۳۱)

5مسعود احمد، ڈاکٹر، حضرت مجدد اور ڈاکٹر محمد اقبال، سیالکوٹ: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص: ۴۶۔۴۷

6آپ کے متعلق شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں امام ربانی جیسا خلیفہ ملا اور یہ امام ربانی کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ ملا اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا۔ (قصوری، غلام محی الدین، ملفوظات شریفہ، ص: ٦٨)

7مہدی حسن، مفتی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ کی نظر میں، مقالہ مشمولہ الفرقان، مجدد الف ثانی نمبر، لکھنؤ، ۱۳۵۷ھ، بحوالہ محمد منظور نعمانی، تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی، ڈیرہ اسماعیل خان: مکتبہ سراجیہ، ۱۹۷۷ء، ص: ۳۰٦

8ندوی، ابوالحسن، سیّد، تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ چہارم، ص: ۱۹۰

9محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج: اول، ص: ۱۷۸

10 *Shimal, Anmarie, (1975) Mystical Dimensions of Islam, America: University of Corolina, press. P. 368*

11عبید اللہ، حسنات الحرمین، ڈیرہ اسماعیل خان: مکتبہ سراجیہ، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۲۳

12جاوید قاضی، ہندی مسلم تہذیب، ص: ۳۰۴

13نہرو، جواہر لال، تلاش ہند، ص: ۳۴۲

14 *Yasin, Muhammad, (1958) A Social History of Islamic India, Lahore: Book traders, P. 170*

15ایضاً، ص: ۱۷۱

16سیف الدین، خواجہ، مکتوبات سیفیہ، ص: ۱٦۲، ۱۸۹

17مسعود احمد، ڈاکٹر، تجلیات امام ربانی، لاہور: ادارہ مظہر اسلام، ۲۰۰۱ء، ص: ۲۲

18مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، ص: ۳۲۸

19 Yasin, Muhammad, (1958) A Social History of Islamic India, p. 14

20 Hafeez Malik, Dr.,(1963) Muslim Nationalism in India and Paksitan, America: Washington, p.55

21 ماہنامہ حکمۃ القرآن، جولائی ۱۹۹۱ء، لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، ص: ۳۳، ۳۴

22 نجم اسلام، دین وادب، حیدرآباد: ادارہ اُردو، ۱۹۸۹ء، ص: ۹۹

23 تبارک علی نقشبندی، ڈاکٹر، مرزا مظہر جانِ جاناں، ان کا عہد اور اُردو شاعری، دہلی: اُردو اکادمی، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۱۵، ۱۱۶

24 ایضاً، ص: ۱۱۶، ۱۱۷

25 تبارک علی نقشبندی، ڈاکٹر، مرزا مظہر جانِ جاناں، ان کا عہد اور اُردو شاعری، ص: ۱۱۲

26 نجم اسلام، دین وادب، ص: ۱۱۸

27 تبارک علی نقشبندی، ڈاکٹر، مرزا مظہر جانِ جاناں، ان کا عہد اور اُردو شاعری، ص: ۱۷۵، ۱۷۶

28 سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، ص: ۲۴۷

29 النور: ۳۶، ۳۷

30 سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، ص: ۲۴۷

31 الحجر: ۴۷

32 الانعام: ۹۰

33 الصّف: ۴

34 سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، ص: ۲۶۵

35 سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، ص: ۲۶۵

36 ایضاً، ص: ۲۶۷

37 محمد اقبال، علامہ، بالِ جبریل، لاہور: فیضان اکیڈمی، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۴۸

38 آل عمران: ۸۳

39 النجم: ۲۳-۲۵

40 بزار، احمد بن عمرو، البحر الزخار، المعروف بمسند البزار، مدینہ منورہ: مکتبہ العلوم والحکم، ۱۹۹۳ء، ج: ۵، رقم الحدیث: ۱۸۶۵

41 دارمی، امام عبداللہ، مسند دارمی، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۸۳ھ، باب: ۳۹، حدیث: ۴۳۵

42 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، کلیات اقبال، لاہور: نویدا ے شیخ، ص: ۱۸۸

43 آل عمران: ۱۰۳

44 احمد بن حنبل، امام، المسند، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، رقم الحدیث: ۲۳۵۳۶

45 ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، مصر: مطبعۃ المصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۷۸ء، کتاب صفۃ القیامۃ، رقم الحدیث: ۲۵۱۰

46 محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر، لاہور: دارالسلام، ۲۰۰۴ء، ص: ۸۱

47 آل عمران: ۱۱۰

48 ھود: ۱۱۷

49 الحدید: ۲۷

50المائدہ: ۸۷

51بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح، بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث: ۵۰۶۳

52عبدالوحید خان، مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۶ء، ص: ۴۸۰، ۴۸۱

53ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۴۷، ۴۴۸

54ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ج: ۲، ص: ۳۵۸

55محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ارمغان حجاز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۵ء، ص: ۵۴

56ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س ن، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم الحدیث: ۴۲۹۷

57محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، لاہور: فیضان اکیڈمی، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۰

58سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: دوم، مکتوب: ۹۱

59مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، ص: ۱۷۶

60سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۲۰۷

61ایضاً، مکتوب: ۱۱۴

62بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب: المسلم من سلم المسلمون، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۹

63سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۲۲۱

64ایضاً، مکتوب: ۲۶۰

65سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۲۰۷

66سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۲۳۷

67ایضاً، مکتوب: ۲۸۹

68ایضاً، مکتوب: ۲۵۶